قرآن مجید کے منظوم ترجمے 'نظم المعانی ترجمہ کلامِ ربانی' کا تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر محمد سعید شیخ*

Abstract

Muṭī ʿur Reḥmān Khādim was Ali Garh based poet. The biographers, though, seem unaware of his life and poetic profile. He did literal translation of the Holy *Qur'ān* in Urdu in *Mathnavī* form with the title of *'Naẓm ul Mu ʿānī Tarjama Kalām-e-Rabbānī'*. This translation was published from Ali Garh in 1946.

The literal translation in poetic form asks for technicalities which this work lacked perhaps.

This article surfaces errors which were identified in areas of poetic exposition, concept formation and stylistic coherence in the translation work.

Key words: *Qur'ān,* Versified Translations of *Qur'ān,* Translations of *Qur'ān* in Poetic form, *Muṭī ʿur Reḥmān Khādim, Naẓm ul Mu ʿānī Tarjama Kalām-e-Rabbānī.*

برصغیر پاک وہند میں بولی جانے والی اُردو زبان بجاطور پر فخر کرسکتی ہے کہ دنیا کی کسی بھی بڑی زبان کے مقابلے میں سب سے زیادہ قرآن مجید کے تراجم اس کے دامن میں ہیں۔ یہ تراجم نہ صرف نثر میں ہیں، بلکہ نظم میں بھی ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کا نثر میں ترجمہ کرنا ناممکن نہیں تو ناممکن حد تک مشکل ضرور ہے، پھر نظم میں ترجمہ کرنا، جہاں ردیف و قافیہ کی پابندی کے ساتھ وزن کا بھی لحاظ رکھنا ہوتا ہے، جان جوکھوں کا کام ہے۔ پھر معاملہ جب کلامِ الٰہی کا ہو، تو مترجم اپنے آپ کو ایسے عاجز پاتا ہے، جیسے اللہ کی قدرت کے سامنے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے۔ اِسے قرآن پاک کا اعجاز کہیں یا مترجمین کی عقیدت کا کمال کہ دشواریوں کے ساتھ نظم کی پابندیوں کے باوجود قرآن مجید کے متعدد منظوم ترجمے ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

مثنوی ہیئت میں تراجم کی تاریخ

برصغیر پاک وہند میں اب تک کی دست یاب معلومات کے مطابق قرآن مجید کے مکمل انیس منظوم تراجم وتفاسیر منصۂ شہود پر آچکے ہیں، جزوی یا غیر مطبوعہ تراجم کی تعداد تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اکثر وبیشتر تراجم اصنافِ شاعری میں سے مثنوی ہیئت میں ہیں۔ مکمل منظوم تراجم میں سے قاضی عبدالسلام بدایونی کی منظوم تفسیر 'زاد الآخرۃ'، شمس الدین شائق ایزدی کا 'نظم البیان'، مطیع الرحمن خادم علی گڑھی کا 'نظم المعانی'، اثر زبیری لکھنوی کا 'سحر البیان'، علامہ سیماب اکبرآبادی کا 'وحی منظوم'، سید شمیم

* اسسٹنٹ پروفیسر، ماڈرن سنٹر آف ایکسیلنس ان اسلامک اسٹڈیز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، بہاول پور۔

رجز کا ’مثنوی آب رواں‘، مولانا محمد حسن کا ’منظوم اُردو ترجمہ‘، مرزا خادم ہوشیار پوری کا ’وجدانِ سلیم‘، ڈاکٹر احمد حسین احمدؔ قریشی قلعہ داری کا ’مفاہیم القرآن‘، ساجد مراد آبادی کا ’لوحِ محفوظ سے‘، پروفیسر سمیع اللہ اسدؔ کا ’قرآن منظوم‘، علامہ اصغر علی کوثرؔ وڑائچ کا ’منظوم مفہومِ قرآن مجید‘ اور بریگیڈیئر ڈاکٹر مختار عالم کا ترجمہ بہ عنوان ’منظوم مضامین القرآن المجید‘ ’مثنوی‘ ہیئت میں ہیں، موٴخر الذکر کا ترجمہ صرف ظاہری صورت میں مثنوی ہے، ورنہ وزن و بحر کی پابندیوں سے آزاد ترجمہ ہے۔

مثنوی ہیئت میں اِن مکمل منظوم تراجم کے علاوہ کئی جزوی تراجم بھی نظم کی اسی صنف میں ہیں: شاہ غلام مرتضیٰ جنون کی ’تفسیر مرتضوی‘ اور ’تفسیر نور‘، محمد اشرف کاندھلوی کی ’تفسیر سورہ یوسف منظوم‘، محمد ابوالحسن حسنؔ کی ’تفسیر سورہ شفا‘، خاکسارِ حسین بخش سوداگر کا ’نظم القرآن بزبانِ اُردو (سیپارہ اول مع پند نامہ)‘، مولوی عبداللہ خان عبدی قادری کا ’خلاصہ تفسیر القرآن اُردو‘ اور ’بہشت نامہ‘، قاضی محمد ظہور الدین کے سورہ یٰس، ملک، مزمل، رحمٰن، یوسف اور پارہ اول کے منظوم تراجم، قاضی ظہور الدین اکمل (قادیانی) کی تفسیر ’قلب القرآن‘، خواجہ دل محمد کی ’روحِ قرآن‘، چودھری رشید احمد کی ’تنظیم القرآن‘، نسیمِ لیہ کی ’دامنِ یوسف‘، محمد سعید عارف کی ’تحریکاتِ قلب قرآن کریم‘ اور ’زینۃ القرآن‘، محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی کا ’بدر العرفان فی آثار القرآن‘، کیف بھوپالی کا ’مفہوم القرآن‘، حکیم محمد نعمان ساجد کا ’عرفان القرآن‘، دلاور فگار کی ’آبشارِ نور‘، تنویر پھول کی ’تنویرِ حرا‘، مخدوم علی ممتاز کی ’تفہیم منظوم‘، انور جلال پوری کی ’توشہ آخرت‘، آغا شاعر قزلباش کا منظوم ترجمہ ’نظم مقدس‘، علامہ کبیر کوثر کا ’القرآن المنظوم‘، فضل الرحمن فضل کی منظوم تفسیر، نیساں اکبر آبادی کا ’قرآن المبین کا منظوم ترجمہ‘ اور حاجی محمد عمر الدین کا ’نظام القرآن‘، یہ تمام جزوی تراجم مثنوی ہیئت میں ہیں۔

ذیل میں انھی منظوم تراجم میں سے مطیع الرحمٰن خادمؔ کے نظم کردہ ’نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی‘ کا تعارف اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

تعارف مترجم

آپ کا نام محمد مطیع الرحمن اور تخلص خادمؔ ہے، علی گڑھ کے رہنے والے تھے[1]۔ تلاش بسیار کے باوجود اِن کے حالاتِ زندگی تاحال پردۂ خفا میں ہیں۔[2]

---

[1] سالم قاسمی، مولانا محمد، سید عبدالروٴف عالی، سید محبوب رضوی (مرتبین)، جائزہ تراجم قرآنی (دیوبند: مجلس معارف القرآن دارالعلوم، جولائی ۱۹۶۸ء) ص ۶۳۔

[2] راقم مقالہ نے علی گڑھ میں ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی اور ابوسفیان اصلاحی سے رابطہ کیا، لیکن بے سود رہا، حالاں کہ جناب اصلاحی کے زیرِ ادارت ماہنامہ تہذیب الاخلاق کا آٹھ جلدوں میں مشاہیر علی گڑھ نمبر شائع ہوا ہے، ان میں سے کسی میں بھی مطیع الرحمن خادمؔ کا تذکرہ نہیں ہے۔ جناب اصلاحی کی علی گڑھ کے اصحابِ علم و فن کے تذکروں پر خاص نظر ہے، مگر وہ بھی اس نام سے شناسا نہیں۔ مطیع الرحمن خادمؔ کی سوانح کے حوالے سے ہندوستان میں جناب ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی اور برادرم مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی سے بھی رابطہ رہا، مگر تمام بے سود۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مطیع الرحمن خادمؔ غیر معروف شخص تھے۔

اشاعتِ ترجمہ

جناب مطیع الرحمن خادمؔ نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ 'نظم المعانی' کے نام سے کیا ہے۔ سرورق پر عنوانِ ترجمہ اس طرح ہے:

''کلام ربانی بر حاشیہ ترجمہ منظوم نظم المعانی''

یہ ترجمہ بین السطور کی بہ جائے صفحے کی تین اطراف میں حاشیہ پر ہے اور اس کے حوض میں متنِ قرآن ہے۔ صفحات کی تعداد ۴۸۸ ہے۔ سرورق اوّل پر مطبع کا نام رفاہِ عام پریس آگرہ ہے اور سرورق ثانی پر مطبع مظہر پریس علی گڑھ ہے[3] اور اس کی طباعت کا اہتمام مترجم موصوف نے خود ہی کیا تھا۔ ترجمے کی تسوید و تبییض اور طباعت کے سنہ کا کہیں ذکر نہیں ہے، تاہم قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ ترجمہ قیامِ پاکستان سے قبل کا ہے۔ جائزہ تراجم قرآنی کے مرتبین نے وضاحت کی ہے کہ یہ ترجمہ گذشتہ بیس سال میں نظم ہوا ہے[4]۔ جائزہ تراجم قرآنی کی طباعت ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔ اگر اس کی ترتیب وتدوین کا سال بھی ۱۹۶۸ء ہی مان لیا جائے تو بھی نظم المعانی کی طباعت کا سال ۱۹۴۸ء بنتا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم نے اپنے مقالے میں سالِ اشاعت کی تعیین ۱۹۴۶ء سے کی ہے[5]، جب کہ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم نے اس [نظم المعانی] کا سالِ تخلیق ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء کو قرار دیا ہے[6]۔

سرورق کے چاروں اطراف کو نقش و نگار کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے اور اُن میں لفظ ''اللہ'' لکھا گیا ہے۔ چاروں کونوں میں لفظ 'اللہ اکبر' کی خوب صورت خطاطی (Calligraphy) کی گئی ہے۔ سرورق پر ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ آیت مع منظوم ترجمہ مرقوم ہے:

---

[3] سرورق اوّل پر ہے: محمد مطیع الرحمٰن المتخلص بہ خادمؔ نے رفاہِ عام پریس آگرہ سے باستثناء ۸ صفحہ اوّل مطبوع کرایا اور بدیع الرحمٰن نے اپنے دفتر احسن التجارت علی گڑھ ترکمان دروازہ سے شائع کرایا۔ ترجمہ کے جملہ حقوق ہم مطیع الرحمٰن بدیع الرحمٰن کے نام جزو کل محفوظ ہیں۔ سرورق ثانی پر ہے: [مصنف مذکور نے] باہتمام منشی شمس الاسلام مظہر پریس علی گڑھ سے طبع کرایا۔ ممکن ہے کہ سرورق اوّل پر جن ۸ صفحات کے استثناء کا ذکر ہے وہ ثانی الذکر مطبع کے مطبوعہ ہوں۔ جائزہ تراجم قرآنی کے مرتبین اور ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم نے مطبع کے حوالہ سے ''مطبع مفید عام آگرہ'' لکھا ہے۔ امکان ہے اس کی دو اشاعتیں عمل میں آئی ہوں اور یہ بھی امکان ہے کہ جائزہ تراجم قرآنی کے مرتبین کو سہو لگا ہو۔ دیکھیے: سالم قاسمی، جائزہ تراجم قرآنی، ص ۶۴؛ صالحہ عبدالحکیم، شرف الدین، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س۔ن) ص ۱۶۰۔

[4] سالم قاسمی، جائزہ تراجم قرآنی، ص ۶۴۔

[5] اعجاز فاروق اکرم، ڈاکٹر، ''برصغیر میں مطالعہ قرآن تراجم وتفاسیر'' مشمولہ مجلّہ فکر و نظر اسلام آباد، مدیر: ڈاکٹر صاحب زادہ ساجد الرحمٰن (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، جنوری-جون ۱۹۹۹ء/رمضان ۱۴۱۹ تا صفر ۱۴۲۰ھ) ج ۳۶، ش ۳-۴، ص ۸۴۔

[6] صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، ص ۱۶۰؛ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے ضمیر نیازی [ضمیر نیازی، کلام پاک کے اوّلین منظوم ترجمہ و تفسیر، نوائے ادب بمبئی، اکتوبر ۱۹۷۵ء] کے حوالے سے نظم المعانی کی اشاعت کا سال ۱۹۴۶ء بتایا ہے، ملاحظہ ہو: عبدالحق، ڈاکٹر، ''مذہبی تصنیفات کے اُردو تراجم'' مشمولہ ''ترجمہ کا فن اور روایت''، مرتب: ڈاکٹر قمر رئیس (دہلی: تاج پبلشنگ ہاؤس، جون ۱۹۷۶ء) ص ۲۵۱۔

یہ کتاب اس میں نہیں ہے شک زرا
متقی لوگوں کی ہے اِک رہنما[7]

اسی طرح سرورق ثانی کو بھی خوب صورت خطاطی کے ساتھ آراستہ وپیراستہ کیا گیا ہے۔ اس ترجمہ میں ستائش وتحسین پر مبنی تقاریظ وغیرہ تو نہیں ہیں، ہاں البتہ سرورق ثانی سے قبل ایک یک صفحاتی مقدمہ بہ عنوان 'ہست کلید در گنجِ حکیم' ہے اور آخری صفحہ 'فضائلِ تلاوتِ قرآن' کے عنوان سے نثر میں ہیں۔ قرآنی متن مع منظوم ترجمے کی کتابت از ابتدا تا انتہا محمد عابد ولد منشی محمد زاہد مرحوم علی گڑھی نے کی ہے۔

آیات کے نمبروں میں تفرد

نظم المعانی میں متنِ قرآن کی کتابت کے وقت مروّجہ طریق سے ہٹ کر آیتوں کے نمبر لگائے گئے ہیں، ہر صفحے پر آیتوں کے نمبر از سر نو شروع ہوتے ہیں، آیتوں اور اُن کے معانی ومفاہیم کے تطابق کے لیے وہی نمبر ترجمے میں بھی اشعار کے اختتام پر لگائے گئے ہیں۔

صنفِ ترجمہ

نظم المعانی قرآن مجید کا لفظی ترجمہ ہے اور اصنافِ نظم میں سے مثنوی ہیئت میں ہے، شاعر نے ترجمہ نظم کرنے کے لیے مثنوی مولانا روم کی بحر یعنی بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلات کا انتخاب کیا ہے۔

ماخذ ترجمہ

مطیع الرحمن خادمؔ نے سرورق اوّل کے بعد 'ہست کلید در گنجِ حکیم' کے عنوان کے تحت اس بات کی صراحت کی ہے کہ ترجمہ نظم کرتے وقت اُس کے پیشِ نظر علمائے کرام کے معتبر تراجم وتفاسیر تھیں، مگر کون کون سے تھے، اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی۔ بہ ہر حال اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ناظمِ ترجمہ قرآن نے براہِ راست متنِ قرآن کا ترجمہ نہیں کیا بل کہ نثری تراجم کو نظم کے دھاگے میں پرو دیا ہے۔

---

7 مترجم نے 'ذرا' کے املا میں تصرف کرتے ہوئے 'ذ' کی بہ جائے 'ز' سے لکھا ہے اور اسی طرح سورۂ بقرہ میں اس آیت کے تحت ترجمہ میں بھی املائی تصرف کیا ہے۔ جہاں بھی لفظ 'ذرا' ہے وہ بہ جائے 'ذ' کے 'ز' سے ہے جو کہ غلط ہے۔

فنی نقص

فاضل نظم نگار نے اپنے دیباچے میں خود ہی اپنے ترجمے کی فنی اعتبار سے وضاحت کی ہے کہ حروف تہجی میں سے 'ح'، 'ع' اور 'ہ' کو الف کی طرح جو حروف حلقی ہیں ضرورتاً تقطیع شعر میں گرایا گیا ہے، گو یہ فعل شعرائے متأخرین کی رائے کے خلاف ہے، مگر متقدمین کے کلام میں پایا جاتا، لفظ 'ہے' اور 'سے' کا قافیہ بھی اسی ضمن میں ہے اور ضرورت [شعری] کی وجہ سے لفظ 'وہ' کو دو واؤں [وو] کی صورت سے لایا گیا۔ اس کے جواز کی سند بھی ملتی ہے۔ شاعر نے اس کے جواز کی سند کا ذکر کیا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اہل فن کے نزدیک یہ بہت بڑا نقص ہے۔

تسمیہ کا ترجمہ

فاضل مترجم نے ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ابتدا با نام معبودِ جہاں
جو ہے بخشش کرنے والا مہرباں

سورتوں کے نام اور تعدادِ آیات

مطیع الرحمن خادمؔ نے ترجمہ نظم کرتے ہوئے سورتوں کے نام، اُن کا مکی یا مدنی ہونا اور تعدادِ آیات کو بھی نظم کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً سورۂ روم کے ترجمے کا آغاز درجِ ذیل شعر سے کیا ہے، جس میں اس سورہ کا مکی ہونا اور اس کی آیات کی تعداد بھی بتائی گئی ہے:

مکیہ ہے سورۂ روم اے اخی!
اور وہ کل آیتیں ہیں ساٹھ ہی[8]

سورۂ الصّافات کا ابتدائی شعر ملاحظہ ہو:

مکیہ ہے سورۂ والصّافّات
ایک سو بیاسی ہیں آیت پُرنکات[9]

---

[8] خادمؔ، محمد مطیع الرحمٰن، نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی (آگرہ: رفاہِ عام پریس، س۔ن) ص ۳۲۸۔

[9] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۳۶۰۔

دوسرے شعر کے مصرع اوّل میں شاید ضرورتِ شعری کی وجہ سے سورۃ کے نام میں تبدیلی کی گئی ہے۔ سورۃ کا نام سورۃ الصّٰفّٰت ہے، مترجم نے 'واؤ' کا خواہ مخواہ اضافہ کر دیا ہے۔ دوسرے مصرع میں بھی وزن کو نبھانے کے لیے زبان و بیان کی قربانی دے دی ہے۔ 'ایک سو بیاسی ہیں آیات پُر نکات' ہوتا یا 'ایک سو بیاسی ہے آیت پُر نکات'۔

حروفِ مقطعات کا ترجمہ

فاضل مترجم نے اپنے پورے ترجمہ قرآن میں حروفِ مقطعات کی مراد متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف کے شروع میں الٓرٰ کی مراد اس طرح بیان کی ہے:

ہے الف اللہ کا اور لامِ لطیف
را سے منشا ہے رؤف اسمِ شریف[10]

اگر شعر کو وزن میں رکھ کر پڑھیں تو لامِ لطیف کی ترکیب سے شاعر اپنے مافی الضمیر کے بیان میں کام یاب نہیں ٹھہرتا اور اگر اس کو لامِ لطیف (مرکب توصیفی) کی بہ جائے لام لطیف (بسکون المیم، جملہ اسمیہ خبریہ کے طور پر) پڑھیں تو شعر وزن سے نکل جاتا ہے۔ فاضل نظم نگار نے سورۂ روم کے شروع میں الٓمّٓ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

یاں الف تو ہے الوہیت کا ، لام
لطف کا ، میم ملک ہے لاکلام[11]

حروف مقطعات کا ترجمہ کرتے کرتے مصرع ثانی وزن سے گر گیا ہے اور دوسرا نقص اس میں یہ بھی ہے کہ شاعر ایک مصرع میں پوری بات کہنے سے قاصر رہا ہے۔ 'لام لطف کا' اگر ایک مصرع میں ہوتا تو اس شعر کا حسن بڑھ جاتا۔

قوسین کا استعمال

مطیع الرحمن خادمؔ نے ترجمہ نظم کرتے وقت قوسین کا استعمال کرتے ہوئے زبانِ حال سے بتا دیا ہے کہ قوسین میں مندرج عبارتوں کا تعلق قرآنی متن سے نہیں ہے۔ یہ محض وضاحتی اور قرآنی مفہوم کے ابلاغ میں بہ طور مدد و معاون ہیں یا یہ محض تکمیلِ شعر کے لیے ہیں۔ فاضل مترجم نے دیگر مترجمین کی طرح جہاں یہ خیال کیا کہ آیت کے مفہوم کا ابلاغ محض ترجمے سے نہیں ہو سکتا، اُس کے لیے کسی وضاحتی جملے یا الفاظ کی ضرورت ہے تو اُن وضاحتی جملوں یا الفاظ کے لیے قوسین کا استعمال کیا تا کہ

[10] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۱۹۲۔
[11] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۳۲۸۔

قاری کو مابین القوسین عبارتوں پر ترجمے کا اشتباہ نہ ہو۔ یہ قوسین پورا مصرع زائد ہونے کی صورت میں لاتے ہیں، جزوِ مصرع کے زائد ہونے کی صورت میں قوسین کا استعمال نہیں کرتے۔ اِس امکان کو بھی ردّ نہیں کیا جا سکتا کہ نظم نگار کا مقصد محض تکمیل شعر ہو، ورنہ وہ جزوِ مصرع میں بھی زوائد کے لیے خطوط وحدانی کا اہتمام کرتے، جیسا انھوں نے مکمل مصرع کے زائد ہونے کی صورت میں کیا ہے۔ فاضل مترجم نے قوسین کا استعمال کیا ضرور ہے مگر اکثر و پیشتر اس اہتمام پر کاربند رہنے میں ناکام رہے ہیں۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا[12] کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

کہتے ہیں اعراب ہم مؤمن ہوئے (ہم تو ایمان و یقیں لے آئے ہیں)
کہہ ، نہیں ہو تم مؤمن ہاں مگر بولو ہم اسلام لائے سربسر[13]

شعر اوّل کا دوسرا مصرع قوسین میں ہے، اوّل مصرعے کی مزید وضاحت اور تکمیلِ شعر کے لیے ہے، آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ شاعر نے اس شعر میں الاعراب کا ترجمہ اعراب ہی سے کیا ہے جو کہ اُردو میں نامانوس ہے۔ اس کا ترجمہ کر دیا جاتا تو مناسب تھا۔ 'ہوئے' اور 'ہیں' کبھی ہم قافیہ نہیں بنے۔ شاعر نے ان دونوں کو ہم قافیہ لا کر فن شاعری سے ناواقفیت کا اشارہ دیا ہے۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں 'سربسر' محض قافیہ بندی کے لیے ہے، اس کے لیے بھی قوسین کا اہتمام ہونا چاہیے تھا۔ قوسین کے استعمال کے حوالے سے سورۂ کوثر مع منظوم ترجمانی کے ملاحظہ ہو:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝[14]

در حقیقت ہم نے کثرت تجھ کو دی یعنی خیر و برکت تجھ کو دی
پڑھ نماز اپنے خدا کے واسطے اور قربانی بھی کر اُس کے لیے
ہاں ترا دشمن ہے وہ تو دُم کٹا (عاص ، وائل کا پسر فی الواقعہ)[15]

شعر اوّل کا پہلا مصرع پہلی آیت کا ترجمہ ہے، چوں کہ شاعر نے کوثر کا شرعی و اصطلاحی معنیٰ کرنے کی بہ جائے لغوی معنیٰ کیا ہے، جس سے آیت کے مدلول کا ابلاغ نہیں ہو رہا تو مصرع ثانی میں اُس کی مزید وضاحت کرنا پڑی۔ اس وضاحتی اور تفسیری

---

12 الحجرات۴۹: ۱۴
13 خادمؔ، نظم المعانی، ص۴۱۵۔
14 الکوثر: ۱۰۸: ۱-۳
15 خادمؔ، نظم المعانی، ص۴۸۶۔

مصرعے کو مابین القوسین ہونا چاہیے تھا۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں 'بھی' اور 'اُس کے لیے' بغیر قوسین کے زائد ہیں۔ تیسرے شعر کا اوّل مصرع شعری حسن سے عاری ہے، شاعر کے لیے اصلاح تجویز ہے:

ہاں جو دشمن ہے ترا ، ہے دُم کٹا

اس طرح یہ مصرع شعریت کے ساتھ ساتھ وزن میں بھی رہ جاتا۔ آخری مصرع میں عاص اور وائل کے درمیان کاما (Comma) کا استعمال نہیں کیا، اس سے یہ ظاہر یہ مفہوم اخذ ہو رہا ہے کہ عاص وائل کا کوئی بیٹا دُم کٹا (مقطوع النسل) ہے، جب کہ شاعر کی یہاں مراد خود عاص سے ہے جو وائل کا بیٹا ہے۔ ترکیب میں وائل، عاص کا بدل بن رہا ہے، کامے کے بغیر مفہوم کا درست اظہار نہیں ہو رہا ہے۔ یہ مصرع چوں کہ آیت کا ترجمہ نہیں ہے، اس لیے اس کو بین القوسین لائے ہیں۔

متنِ قرآن کے الفاظ و تراکیب کا لحاظ

نظم المعانی کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرنے سے مطیع الرحمن خادمؔ کے ترجمے کا جو اُسلوب سمجھ آتا ہے کہ آپ نے ترجمہ قرآن کو نظم کرتے وقت قرآنی الفاظ و تراکیب اور قرآنی عبارات کا حدّ درجہ خیال رکھا ہے کہ متن کے کسی حرف، جملے یا ضمیر کا ترجمہ رہنے نہ پائے، مفرد کا ترجمہ مفرد سے اور جمع کا ترجمہ جمع سے کیا جائے۔ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا بھی خاص خیال رکھا ہے کہ متنِ قرآن میں جو الفاظ پہلے ہیں اُن کا ترجمہ پہلے کیا جائے اور جو متأخر ہیں اُن کا ترجمہ بعد میں کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ عربی زبان کا اپنا مخصوص اُسلوب ہے اور اُردو کا اپنا۔ شاعر نے ترجمہ کرتے ہوئے عربی زبان کے اُسلوبِ نگارش کو اُردو کے طرزِ تحریر پر مقدم رکھا ہے، جس سے اُن کی شاعری سے روانی و سلاست جاتی رہی اور ترجمہ روکھا پھیکا ہو گیا۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۱ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

خوش خبر یعنی بشارت دیتا ہے اُن کا رب رحمت کی اپنے پاس سے
اور رضا مندی کی اور باغات کی اُن کو ہوگی اُن میں نعمت دائمی[16]

درج بالا مثال میں شعر کا پہلا مصرع يُبَشِّرُهُمْ کا ترجمہ ہے، اس میں 'خوش خبر یعنی' زائد ہے۔ دوسرا مصرع رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ کا ترجمہ ہے۔ دوسرے شعر کا مصرع اوّل وَرِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ کا ترجمہ ہے اور آخری مصرع لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ کا۔ شاعر نے قرآنی الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا غایت درجہ خیال رکھا ہے۔ پہلے يُبَشِّرُ هُمْ کا ترجمہ، پھر رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ کا، پھر وَرِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ کا اور آخر میں لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ کا ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں بھی تقدیم و تاخیر کا لحاظ رکھا ہے۔ شعر

16 خادمؔ، نظم المعانی، ص ۱۵۵۔

اوّل کے مصرع اوّل کا پہلا لفظ 'خوش خبر یعنی' کے سوا کوئی جملہ، لفظ یا حرف زائد نہیں ہے۔ فاضل مترجم نے متن کی ضمائر اور حروف عاطفہ وغیرہ کا ترجمہ کرنے کی کوشش ضرور کی ہے مگر درج بالا شعر میں يُبَشِّرُهُمْ کی 'هم' ضمیر کا ترجمہ نہیں کیا۔

عربی زبان کا اپنا اُسلوب نگارش ہے اور اُردو کا طرزِ تحریر اپنا ہے۔ فاضل مترجم نے عربی زبان کی تراکیب وعبارات کو مقدم رکھتے ہوئے اُردو زبان وبیان کی موزونیت کو ملحوظ نہیں رکھا، جس کی وجہ سے مترجم سے زبان وبیان کی بے اعتدالیاں اور فنی لغزشیں سرزد ہوئی ہیں۔ شعر اوّل میں 'ہے' کا قافیہ 'سے' سے باندھا ہے، ہے اور سے کبھی ہم قافیہ نہیں بنے۔ لکھنے میں تو اگرچہ ان کا ہم قافیہ ہونا دکھائی دیتا ہے مگر پڑھنے میں سنائی نہیں دیتا۔ اُردو قوافی کی تاریخ میں یہ پہلا تصرف دیکھا ہے۔ اس بیت کا پہلا مصرع

خوش خبر اللہ بشارت دیتا ہے

ہوتا تو زیادہ موزوں ہوتا۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں 'اُن کو' اور 'ان میں' غیر فصیح ہیں۔ ان کی جگہ 'اُن پہ' اور 'اُس میں' ہوتا تو یہ زبان وبیان کے اعتبار سے بھی درست ہوتا اور مصرع وزن میں بھی رہتا۔

ادائے مفہوم سے قاصر

فاضل مترجم ترجمہ نظم کرتے ہوئے بعض اوقات قرآنی مفاہیم کو اپنی نظم میں منتقل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اُس عبارت کو اگر وزن وبحر سے نکال کر نثر بھی بنادیں تو بھی ادائے مفہوم میں غیر واضح اور مغلق رہتی ہے۔ مثلاً: قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[17] کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

بولی اے رب کیونکر ہو میرے پسر — اور نہیں پہنچا مجھے دستِ بشر
رب نے فرمایا کہ ایسے ہی خدا — پیدا کردیتا ہے جو ہے چاہتا
حکم جب کرتا ہے پس بے شک اسے — کہتا ہے بس ہوجا ، بس ہوجاتا ہے[18]

شعر اوّل کا مصرعِ اوّل قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ کا ترجمہ ہے، رَبِّ کا ترجمہ 'اے ربّ' ناکافی ہے۔ 'اے میرے ربّ' سے مسقوط یائے متکلم کا ترجمہ بھی ہو جاتا۔ 'اور نہیں پہنچا مجھے دستِ بشر' وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ کا ترجمہ ہے۔ اس مصرع میں شاعر سے قرآن کا ترجمہ نہیں ہو پایا۔ 'دستِ بشر پہنچنا' نہ تو قرآنی متن کے مفہوم کو ادا کر رہا ہے اور نہ ہی یہ زبان وبیان کے اعتبار سے درست

---

17 آل عمران ۳: ۴۷

18 خادمؔ، نظم المعانی، ص ۴۸۔

ہے۔ 'ہاتھ لگانا'، 'ہاتھ سے چھونا' اُردو میں مستعمل ہے۔ 'ہاتھ پہنچنا' اُردو کا محاورہ ہے نہ یہ بہ طور کنایہ استعمال ہوا ہے جس کا قرآنی متن تقاضا کر رہا ہے۔

دوسرا بیت قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ کا ترجمہ ہے۔ اس میں متنِ قرآن کو ملحوظ رکھتے ہوئے قَالَ کا ترجمہ 'اُس نے کہا' کرتے تو زیادہ موزوں ہوتا۔ موجودہ صورت میں ایسے لگ رہا ہے کہ ربّ، خدا سے الگ چیز ہے۔ احتیاط اس میں ہے کہ لفظ 'اللہ' کا ترجمہ رب کی بہ جائے لفظ ''اللہ'' ہی سے کیا جائے۔ آخری مصرع تو بالکل ادائے مفہوم سے قاصر ہے۔ پہلے اس کو نثر میں لا کر اس کی تفہیم کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اس کا تقابل مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمہ سے کرتے ہیں، جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ شاعر موصوف کا ترجمہ کتنا مغلق اور غیر واضح ہے۔ آخری دونوں اشعار کی نثر ملاحظہ ہو:

''رب نے فرمایا کہ خدا جو چاہتا ہے ایسے ہی پیدا کرتا ہے، جب حکم کرتا ہے پس بے شک اسے 'بس ہو جا' کہتا ہے، بس ہو جاتا ہے''

اب مولانا فتح محمد جالندھری کا ترجمہ پیش ہے:

''فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے''[19]

مطیع الرحمن خادمؔ کا ترجمہ مولانا جالندھری کے نثری ترجمہ کے مقابلے میں بالکل غیر واضح اور ادائے مفہوم سے قاصر ہے۔ یہ تو نثر میں لا کر اس کی تفہیم کی کوشش کی گئی ہے۔ شاعری کی اینچ پینچ میں تو یہ اور بھی دشوار فہم ہو جاتا ہے۔ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا کا ترجمہ 'حکم جب کرتا ہے' بھی کسی طرح درست نہیں ہے۔

ادائے مفہوم سے قاصر رہنے کہ دوسری مثال ملاحظہ کیجیے کہ جس میں شاعر موصوف جہاں قرآنی مفہوم کے ابلاغ میں بالکلیہ ناکام رہے ہیں وہاں زبان وبیان کی بے اعتدالیوں کے ساتھ بعض عربی الفاظ کو بعینہ لا کر شعر میں ترجمہ کرنے سے اپنی عدم قدرت کا بھی اظہار کیا ہے اور ایک مکمل شعر ادائے مفہوم میں خود مکتفی بھی نہیں ہے، مثلاً: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا[20] کا منظوم ترجمہ پیش ہے:

---

[19] جالندھری، فتح محمد، مولانا، فتح الحمید (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، س۔ن) ص ۸۹۔

[20] الاحزاب ۳۳: ۴۵-۴۶

بھیجا ہم نے اے نبیّ دلپذیر   تجھ کو شاہد اور مبشر اور نذیر
اور بلانے والا سمت اللہ کی   اور چراغ اک روشن اذن اُس کے سے ہی[21]

درج بالا اشعار میں ترجمہ نظم کرتے ہوئے ناظم نے اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ شاہد، مبشر اور نذیر الی اٰخرہ ترکیب میں اَرْسَلْنٰكَ کا حال بن رہے ہیں، جس کا اُردو میں ترجمہ عام طور پر 'بنا کر' کیا جاتا ہے۔ شاعر موصوف نے حال والا ترجمہ نہیں کیا جس سے متنِ قرآن کے مفہوم کا درست طور پر ابلاغ نہیں ہو پایا۔ علاوہ ازیں شاہد، مبشر اور نذیر کا ترجمہ انھی الفاظ کے ساتھ کرنا تھا تو ترجمہ چہ معنٰی دارد۔ دونوں شعروں کو اگر نثر میں تبدیل کریں تو ایک جملہ بھی نہیں بن سکا جو قاری تک اپنے مفہوم کا ابلاغ کر سکے، چہ جائے کہ ہر شعر کو اپنے بیان میں مکمل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مفہوم کے ابلاغ میں خود مکتفی ہو، مگر یہاں دو شعر مل کر بھی اپنے بیان میں خود کفیل نہیں ہیں۔ اِن دونوں اشعار میں جہاں عربیت کا ترجمہ نہیں ہوا وہاں اُردو زبان و بیان کی بھی ترجمانی نہیں ہوئی۔ متنِ قرآن میں 'بِاِذْنِهٖ' دَاعِيًا اِلَى اللهِ سے متعلق ہے، مگر شاعر نے اِسے سِرَاجًا مُّنِيْرًا سے متعلق کر دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ شعر اوّل میں 'دلپذیر' زائد ہے، محض قافیہ آرائی کے لیے ہے۔

ترجمہ میں غلطی

فاضل مترجم بعض اوقات جہاں آیات بینات کے مفہوم کے ابلاغ سے قاصر رہے ہیں وہاں آیت یا جزوِ آیت کی تعبیر میں بھی خطا کر بیٹھے ہیں۔ مثلاً سورہ علق کی ابتدائی تین آیات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ کی منظوم ترجمانی ملاحظہ ہو:

اپنے رب کے نام سے پڑھ لے قراں   جس نے کردی ہیں یہ سب چیزیں عیاں
لوتھڑے سے خلق انساں کو کیا   پڑھ لے ، اور رب ہے ترا زیادہ بڑا[22]

شعر اوّل کا مصرع اوّل اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ کا ترجمہ ہے۔ لفظ 'قراں' زائد ہے، یہ متنِ قرآن کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اس کے لیے قوسین کا اہتمام کرنا چاہیے تھا۔ دوسرا مصرع 'جس نے کردی ہیں یہ سب چیزیں عیاں' الَّذِيْ خَلَقَ کا ترجمہ ہے جو کہ غلط ہے۔ فاضل مترجم سے پہلے کسی مترجم قرآن نے بھی یہ ترجمہ نہیں کیا۔ اگر اس مصرع کو زائد مان لیں کہ محض شعر پورا کرنے کے

---

[21] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۳۴۲-۳۴۳۔

[22] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۴۸۲۔

لیے لائے ہیں تو پھر الَّذِیۡ خَلَقَ کا ترجمہ ہونے سے رہ گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں نقص صاف ظاہر ہے۔ دوسرا شعر دوسری اور تیسری آیت کا ترجمہ ہے، مگر مصرع ثانی خارج از وزن ہے۔ اگر مصرع کو وزن میں رکھ کر پڑھیں تو 'زیادہ' کو 'زادہ' پڑھنا پڑے گا۔ عروضی طور پر 'زیادہ' فعُولن کے وزن پر ہے اور شاعر نے بروزن فِعلُن باندھا ہے جو کہ غلط ہے۔ الاکرم کا ترجمہ 'زیادہ بڑا' بھی غلط ہے۔

عصمتِ انبیا کا لحاظ

صاحبِ نظم المعانی نے ترجمہ قرآن نظم کرتے ہوئے عصمتِ انبیا کا خوب خیال رکھا ہے۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۲۴ وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمینِ قرآن نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و عصمت اور شانِ نبوت کے منافی ترجمہ کیا ہے۔ مطیع الرحمن خادمؔ نے اِس مشکل مقام پر هَمَّتۡ بِهٖ اور هَمَّ بِهَا دونوں کا الگ الگ معنٰی کیا ہے اور لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ کے جوابِ شرط کو محذوف مانتے ہوئے اُس کا ترجمہ قوسین میں کیا ہے۔ بعض مترجمین قرآن نے وَهَمَّ بِهَا کو جوابِ شرط مقدم مانا ہے، مگر مطیع الرحمن خادمؔ کے ترجمہ سے جوابِ شرط کو حرف شرط سے مقدم بھی نہیں ماننا پڑتا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت و عظمت پر کوئی حرف بھی نہیں آتا۔ درج بالا آیت کی منظوم ترجمانی ملاحظہ ہو:

اور قصد عورت نے ساتھ اُس کے کیا — اور کیا قصد اُس نے اُس کے دفع کا
گر نہ برہان اپنے رب کی دیکھتا — (قصد کرتا یوسف اُس کے ربط کا)
ایسے ہی اس واسطے ہے کہ بدی — اور برا کام اُس سے ہم پھیریں سبھی
واقعی وہ کہ یوسف نبی — ہے ہمارے پاک بندوں میں سے ہی[23]

درج بالا اشعار میں فاضل مترجم نے اگرچہ عصمتِ نبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے هَمَّ کی دو الگ الگ تعبیرات کی ہیں، مگر مفاہیم قرآن کو نظم میں منتقل کرنے میں کامیاب نہیں ٹھہرے۔ قرآنی متن میں ضمیروں کی جتنی صراحت ہے وہ نظم میں منتقل نہیں ہو پائی، شعر اوّل اور ثالث خارج از وزن ہیں۔ ثانی الذکر میں تکرار کے ساتھ ساتھ شاعر قدرتِ اظہار میں بھی ناکام نظر آتے ہیں اور آخری شعر کے دوسرے مصرعے میں مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ کا ترجمہ 'پاک بندوں میں سے' درست نہیں ہے۔

---

[23] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۱۹۴۔

اشعار اور مصرعوں کا ادائے مفہوم میں خود کفیل نہ ہونا

نظم المعانی کے اکثر و بیشتر اشعار ادائے مفہوم میں خود مکتفی نہیں ہیں، ہر مصرع ایک جملہ بھی نہیں بنتا، آدھا جملہ ایک مصرع میں ہے تو بقیہ نصف دوسرے مصرعے میں۔ آیت کا اعتبار کریں تو شعر ٹوٹتا ہے اور شعر کا لحاظ رکھیں تو شعری بندشیں آیت کی حرمت کو پامال کرتی ہیں۔ یہ اس ترجمے کا بہت بڑا نقص ہے۔ اُردو اور فارسی کی مشہور مثنویوں پر نظر ڈالیں تو اُن کے شعر نہ صرف ادائے مفہوم میں خود کفیل ہیں، بل کہ شعر کے دونوں مصرعے الگ الگ جملے بھی بنتے ہیں۔ ذیل میں اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ[24] کا ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں متذکرہ نقص نمایاں ہے۔

تو ہدایت کر نہیں سکتا زرا اُس کو کہ تو دوست رکھے ، پر خدا
دے ہدایت جس کو چاہے ، اور وو جانتا ہے ، ہیں ہدایت یاب جو[25]

اوّلاً آیت کو اگر جملوں میں تقسیم کریں تو اس کے تین جملے بنتے ہیں: ۱۔ (اے محمد ﷺ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے، ۲۔ بل کہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ۳۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ شاعر ان جملوں کا مفہوم ایک ایک مصرع میں بیان کرنے سے قاصر رہا ہے۔

درج بالا آیت کے ترجمے میں شعر اوّل کو دیکھیں تو وہ ادائے مفہوم میں خود مکتفی نہیں ہے، 'پر خدا دے ہدایت جس کو چاہے' کو ایک مصرع میں ہونا چاہیے تھا، چہ جائے کہ شاعر نے اس کو دو الگ شعروں میں منقسم کر دیا ہے۔ 'اور وہ جانتا ہے' بھی ایک مصرع میں ہونے کا متقاضی ہے نہ کہ آدھا جملہ ایک مصرع میں اور آدھا دوسرے مصرع میں۔ شاعر نے 'ذرا' کے لفظ میں املائی تصرف کرتے ہوئے شعر کا قافیہ 'زرا' باندھا ہے۔ اس کو سہوِ کتابت پر اس لیے محمول نہیں کر سکتے کہ جہاں بھی لفظ 'ذرا' آیا ہے یہ جائے ذال کے 'زا' کے ساتھ ہے۔ شاید مصنف اسی کے ساتھ ہی 'ذرا' کا املا درست سمجھتے ہوں۔ 'ذرا' آیت کے کسی بھی لفظ کا مفہوم ادا نہیں کر رہا ہے، زائد ہے، محض شعری ضرورت کی غرض سے لائے ہیں۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے 'کہ' کو دو حرفی باندھا ہے، جب کہ اُردو شعرا کے نزدیک 'کہ' کا صرف 'ک' وزن میں معتبر ہوتا ہے، 'ہ' مکتوب تو ہوتا ہے ملفوظ نہیں۔ اس مصرعے میں صرف 'ک' پڑھیں تو شعر وزن سے خارج ہو جاتا ہے۔ قافیہ بندی کے لیے 'وہ' کی 'وو' میں

---

24 القصص۲۸:۵۶

25 خادم، نظم المعانی، ص۳۱۹۔

تبدیلی بھی شعرائے اُردو میں نادر و غریب ہے۔ اَعْلَمُ (اسم تفضیل) کا ترجمہ 'وہ جانتا ہے' ناکافی ہے۔ 'وہ خوب جانتا ہے' ہوتا تو مناسب تھا۔

آیات کی موزوں ناموزوں حصوں میں تقسیم

مطیع الرحمن خادمؔ نے قرآنی آیات کا ترجمہ نظم کرنے کے لیے آیت کو موزوں ناموزوں حصوں میں تقسیم کر کے شعر نکالے ہیں۔ آیت کی جز بندی کرتے ہوئے شاعر نے عربیت کا لحاظ رکھا ہے نہ آیت کے منطوق و مدلول کو مدّ نظر رکھا ہے اور نہ ہی کسی معنوی حسن کا خیال رکھا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ شاعر نے قوافی پہلے لے لیے ہیں اور پھر شعر سیدھے کرنے کے لیے آیت کے الفاظ کا در وبست اُلٹ دیا ہے۔ ذیل میں وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ[26] کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اور خدا کی فرمانبرداری کرو — اور پیمبر کی بھی اور ڈرتے رہو
پس اگر پھر جاؤ ، جانو بالیقیں — کہ پیمبر پر ہمارے ہے نہیں
ہاں مگر پہنچانا ظاہر آشکار — واسطے تم سب کے حکمِ استوار[27]

پہلا شعر وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا کا ترجمہ ہے۔ آیت میں 'اَطِيْعُوْا' دو مرتبہ آیا ہے، شاعر نے ایک کا ترجمہ کر کے دوسرے 'اَطِيْعُوْا' کے لیے لفظ 'بھی' پر اکتفا کیا ہے۔ 'اَنَّمَا' کا ترجمہ بالیقیں بھی محل نظر ہے اور اس کا تعلق 'فَاعْلَمُوْا' کے مابعد سے ہے نہ کہ 'فَاعْلَمُوْا' سے۔ موجودہ صورت میں 'اَنَّمَا' کا تعلق 'فَاعْلَمُوْا' سے معلوم ہو رہا ہے۔

'کہ پیمبر پر ہمارے ہے نہیں، ہاں مگر پہنچانا ظاہر آشکار' ایک جملہ ہے، شاعر نے اِس کی جز بندی کرتے ہوئے اس کا آدھا حصہ ایک شعر میں رکھ دیا اور آدھا دوسرے میں۔ یوں شعر اپنے مفہوم کے ابلاغ میں خود کفیل نہ رہا۔ اُردو میں نفی و اثبات کے اینچ پینچ کے بغیر ہی حصر کا مفہوم منتقل کیا جاسکتا تھا، مگر عربیت کو مد نظر رکھتے ہوئے شاعر نے اپنے کلام کو غیر سلیس بنا دیا ہے۔ لفظ

---

[26] المائدہ ۵: ۹۲

[27] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۱۰۱۔

'آشکار' زائد اور تحصیل حاصل ہے۔ مبین کا ترجمہ کسی حد تک 'ظاہر' سے ہو رہا ہے، 'آشکار' محض قافیہ بندی کے لیے ہے۔ اسی طرح آخری مصرع بھی صرف شعر پورا کرنے کے لیے لایا گیا ہے،آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ہے۔

فنی و معنوی اغلاط سے معمور اشعار

نظم المعانی کے اشعار کا بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو ہر شعر کسی نہ کسی عیب اور نقص سے لبریز ہے: کہیں حشو و زوائد ہیں تو کہیں مفہوم کا ابلاغ نہیں ہو رہا؛ کوئی شعر فن شاعری کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو کہیں شعر ایسے بھی ہیں جن میں قرآنی مدلول کو درست نظم نہیں کیا گیا۔ درج ذیل آیت مع منظوم ترجمہ ملاحظہ کریں جس میں ہر شعر فنی و معنوی اعتبار سے کسی نہ کسی عیب سے داغ دار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[28]

لوگو! ہم نے تمھیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک زن سے برملا
اور کیے شعبے تمہارے ہم نے اور قبیلے تاکہ پہچانو سبھی
واقعی نزدِ خداوندِ علا ہے تمہارا متقی تم میں بڑا
واقعی ہے جاننے والا خدا ہے خبردار اور آگاہ برملا[29]

پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں 'برملا' اضافی ہے، صرف قافیہ درست کرنے کے لیے ہے۔ دوسرے شعر میں دو بڑے نقص ہیں، ایک فنی اور ایک معنوی: 'نے' اور 'بھی' ہم قافیہ نہیں ہوتے۔ اس شعر میں شاعر نے 'شُعُوب' کا ترجمہ 'شعبے' کیا ہے۔ اُردو میں یہ لفظ محکموں، شاخوں اور حصوں کے لیے مستعمل ہے[30] شاید مترجم شُعْبَةٌ اور شَعَبٌ میں فرق نہیں کر سکے۔ عربی کے لفظ شُعْبَةٌ کے معانی فرقہ، گروہ، حصہ اور شاخ کے آتے ہیں اور اس کی جمع شُعَبٌ اور شِعَابٌ آتی ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے: اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ[31] "اُس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں"۔ الشَّعْبُ کا معنی بڑا قبیلہ،

[28] الحجرات۴۹: ۱۳

[29] خادمؔ، نظم المعانی، ص ۴۱۵۔

[30] فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات اُردو، (لاہور: فیروزسنز، س۔ن) ص ۸۴۲۔

[31] المرسلت۷۷: ۳۰

لوگوں کا ایسا گروہ جو ایک باپ کی طرف منسوب ہو اور یہ قبیلہ سے بڑا ہوتا ہے، اس کی جمع 'شُعُوْبٌ' آتی ہے[32]، یہی لفظ سورۂ حجرات کی مذکورہ آیت میں ہے۔ شاعر نے ترجمہ نظم کرتے ہوئے شُعوب کی جگہ شُعُب کا ترجمہ کیا ہے، جو شاعر کی عربی سے ناواقفیت پر دال ہے۔ تیسرے شعر میں اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کے مفہوم کا بالکل بھی ابلاغ نہیں ہو رہا ہے۔ آخری شعر میں 'برملا' کے ساتھ 'اور آگاہ' بھی زائد ہے، چوں کہ خبیر کا مفہوم خبردار سے ادا ہو رہا ہے۔ الغرض ہر شعر کسی نہ کسی نقص و عیب سے مجروح ہے۔

خلاصہ کلام

"نظم المعانی ترجمہ کلامِ ربانی" قرآن مجید کا لفظی منظوم ترجمہ ہے۔ عام طور پر لفظی ترجمے روکھے پھیکے اور سلاست و روانی سے معرّا ہوتے ہیں۔ لفظی ترجمہ اور پھر نظم میں، تو اس میں حلاوت و چاشنی اور سلاست و روانی پیدا کرنا ناممکن نہیں تو ناممکن حد تک مشکل ضرور ہے۔ مطیع الرحمن خادمؔ کو بھی یقیناً قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، کہیں تو مترجم متنِ قرآن کی ترجمانی کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور اکثر و بیشتر ناکام ٹھہرے ہیں۔ ترجمے کا انداز بیانیہ اور سادہ سا ہے، شاعر نے استعارات و کنایات اور تشبیہات سے اجتناب کیا ہے۔ آیات کی جزو بندی میں مترجم سے جا بہ جا لغزشیں ہوئی ہیں۔ اشعار و مصرعے اپنے مفہوم کی ترسیل میں خود کفیل نہیں ہیں۔ ترجمے کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں ہے کہ شاعر موصوف عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں، اُردو میں بھی شاعر کو لفظوں کے معانی اور تلفظ کے اعتبار سے اور شعروں میں کسی لفظ کے برتنے کے حوالے سے الفاظ کے برتنے کا سلیقہ تو کُجا طریقہ بھی نہیں آتا۔ اکثر شعر وزن میں ضرور ہیں مگر شعری حسن سے تہی دامن ہیں؛ اکثر اشعار مقفیٰ ہیں اور کہیں کہیں معریٰ۔ یہ ترجمہ ایک بے سود ذہنی مشق کے سوا کچھ نہیں۔

OOOOO

---

[32] کیرانوی، حمید الزمان قاسمی، القاموس الوحید (لاہور: ادارۂ اسلامیات، س۔ن) ص ۸۶۶۔